IMPACT FACTOR
5.473(SJIF)

UPA NATIONAL E-JOURNAL
Interdisciplinary Peer-Reviewed IndexedJournal
Volume -8 : Issue-1 (February-2022)

ISSN
2455-4375

Jan Nisar Akhtar : Ek Mutaala'a

جاں نثار اختر: ایک مطالعہ

Dr. Reshma Tazayeen

یہ زندگی مجھے کھلی ہوئی کتاب لگے
ورق ورق کوئی تاریخِ انقلاب لگے

جاں نثار اختر (۱۹۱۴۔۱۹۷۶) کا شمار اردو دنیائے ادب میں ممتاز اور مقبول شعراء کی صف میں ہوتا ہے۔ آپ کا اصل نام سید جاں نثار حسین رضوی اور اختر تخلص تھا۔ آپ کے والد مضطر خیر آبادی ایک نامور شاعر تھے۔ انھوں نے ایک شاعرانہ ماحول میں آنکھ کھولی تھی۔ اس لئے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ شاعری کا فن انھیں ورثہ میں ملا تھا۔ جاں نثار اختر نے بحیثیت اردو لیکچرر وکٹوریہ کالج، گوالیار اور بحیثیت صدر شعبۂ اردو، حمیدیہ کالج، بھوپال میں اپنی خدمات انجام دیں۔

جاں نثار اختر بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں۔ ان کی ادبی زندگی کا آغاز اس وقت ہی ہو گیا تھا جب وہ علی گڑھ میں مقیم تھے۔ حالانکہ انھوں نے اپنی ادبی زندگی کا آغاز غزلوں سے کیا لیکن پھر بہت جلد ہی وہ نظموں کی جانب متوجہ ہوگئے۔ ان کی شاعری میں ہمیں رومان بھی ملتا ہے، ترقی پسند تحریک کا مخصوص انداز بھی ملتا ہے اور ساتھ ہی ہندوستان کے بدلتے ہوئے حالات بھی نظر آتے ہیں۔ ان کی شاعری کی سب سے بڑی خوبی ان کی سادگی ہے۔ وہ مناسب الفاظوں کو مناسب طریقے سے استعمال کرنے کا ہنر جانتے ہیں اور آسان زبان میں اپنی بات بیان کرتے نظر آتے ہیں۔ جس سے پڑھنے والا ان کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔ جس وقت وہ علی گڑھ میں تھے اس وقت ان کی نظم "گرلز کالج کی لاری" کافی مقبول ہوئی اور لوگوں نے اسے کافی پسند کیا۔

فضائوں میں ہے صبح کا رنگ طاری
گئی ہے ابھی گرلز کالج کی لاری
گئی ہے ابھی گونجتی گنگناتی
زمانے کی رفتار کا راگ گاتی
لچکتی ہوئی سی چھلکتی ہوئی سی
بہکتی ہوئی سی، مہکتی ہوئی سی
وہ سڑکوں پہ پھولوں کی دھاری سی بنتی
ادھر سے ادھر سے حسینوں کو چنتی ؎۱

خواجہ احمد فاروقی نے ایک جگہ لکھا ہے:

"جاں نثار اختر نے بدن کی خوشبو، بہتی ہوئی ندیاں اور سوتی ہوئی کرن کو محسوس اور جاندار استعاروں کے قالب میں ڈھال دیا ہے اور اسی لئے وہ شعر پیکر تصویر بن گئے ہیں۔ ان میں الفاظ کا رقص ہے، حیات کا نغمہ ہے"۔ ؎۲

جاں نثار اختر کی شاعری میں ہمیں عام فہم انداز نظر آتا ہے۔ وہ ترقی پسند تحریک سے وابستہ تھے۔ ترقی پسند تحریک کے زیر اثر لکھی ان کی نظموں میں ہمیں سیاسی، سماجی حالات اور زندگی کی تلخیاں دکھائی دیتی ہیں۔ ایسی نظموں میں کہیں انقلاب کا نعرہ بلند ہے تو کہیں جوش و ولولہ

محسوس ہوتا ہے۔ ان کی اس دور کی شاعری پر جوش کا خاص رنگ محسوس کیا جاسکتا ہے۔' جہاں میں ہوں '، 'بگولا'، 'شاعر ہمیں راستہ دکھا دے' اس دور کی یادگار نظمیں ہیں۔ ان کی نظم 'بگولا' اسی انداز کے باغیانہ خیالات، جوش و خروش اور انقلابی جذبات و احساسات کی ترجمانی ہے۔

مل رہا جس طرح جوشِ بغاوت کو فراغ
جنگ چھڑ جانے پہ جیسے ایک لیڈر کا دماغ
خشمگیں ابرو پہ ڈالے خاک آلودہ نقاب
جنگلوں کی راہ سے آئے سفیر انقلاب
یوں بگولے میں ہیں تپتے سرخ ذرے بیقرار
جسطرح افلاس کے دل میں بغاوت کے شرار

اٹھ بگولے کی طرح میدان میں گاتا نکل
زندگی کی روح ہر ذرہ میں دوڑاتا نکل ۳؎

ترقی پسند تحریک سے وابستہ ہونے کے باوجود ان کا منفرد انداز بیان واضح طور پر دکھائی دیتا ہے۔ انھوں نے ملک کے ابتر حالات سے متاثر ہو کر ظلم و جبر کے خلاف بھی آواز اٹھائی۔ وہ آزادی کے خواہش مند تھے۔ ملک کو آزاد دیکھنا چاہتے تھے۔ انھوں نے عوام میں آزادی کی چاہ کو اپنے اشعار کے ذریعے اور جلا بخشی۔ اپنی نظم 'بیدار ہے انساں' میں بھی انھوں نے اپنے جذبات کو الفاظوں کا جامع پہنا کر بخوبی اظہار کیا ہے۔

ہونے لگے نابود خداوند زر و سیم
پیدا ہوئی حاجت کے تحت مال کی تقسیم
اب وقت کے ہاتھوں میں ہے انصاف کا میزاں
بیدار ہے انساں

تھرا کے گر جاتے ہیں شاہوں کے علم آج
اکھڑے نظر آتے ہیں حکومت کے قدم آج
نعروں سے بغاوت کے ہے گونجا ہوا میداں
بیدار ہے انساں

گرتی ہوئی بجلی ہے تڑپتا ہوا پارا
اڈا ہوا سیلاب ہے مڑتا ہوا دھارا
چڑھتی ہوئی آندھی ہے تو بڑھتا ہوا طوفاں
بیدار ہے انساں ۴؎

وہ غریبوں اور مزدوروں کے حامی تھے۔ ان کا دل غریبوں اور بیکسوں کی تکالیف کو دیکھ کر تڑپ اٹھتا اور یہی مخلص جذبات ان کے قلم سے ٹپکے پڑتے ہیں۔ غریب مزدور عورتیں دھول مٹی میں ملبوس ہیں، پھٹے پرانے کپڑے پہننے کو مجبور ہیں۔ تن ڈھانکنے کو بھی ان کے پاس ٹھیک سے کوئی کپڑا موجود نہیں۔ ان کی زندگی میں تاریکی بھری پڑی ہے اور اپنا پیٹ بھرنے کو وہ مزدوری کرنے کے لئے مجبور ہیں۔ ان مزدور و عورتوں کی بے رنگ، مصیبت زدہ، مجبور زندگی اور اس کی اذیت اور کڑوی حقیقت کو جاں نثار اخترؔ نے حساسیت کے ساتھ پر درد انداز میں بیان کیا ہے۔

گلنار! دیکھتی ہے یہ مزدور عورتیں
تن ڈھانکنے کو ٹھیک سے کپڑا نہیں ہے پاس
تو اور حریر و اطلس و کمخواب و پرنیاں
چبھتا نہیں بدن پہ ترے ریشمی لباس؟
گلنار! دیکھتی ہے یہ مزدور عورتیں
صدیوں سے ہر نگاہ ہے فاقوں کی رہگذر
تو اور ضیافتوں میں بصد ناز جلوہ گر
کس کے لہو سے گرم ہے یہ میز کی بہار؟
گلنار! دیکھتی ہے یہ مزدور عورتیں
تاریک مقبروں سے مکاں ان کے کم نہیں
تو اور زیب و زینت الوانِ زر نگار
کیا تیرے قصر ناز کی ہلتی نہیں زمیں؟ ۵

جاں نثار اخترؔ کی شاعری میں رومان اور بغاوت کا دل کش اور حسین امتزاج نظر آتا ہے۔ ان کا لہجہ متوازن ہے۔ زندگی کی تلخ حقیقتوں، مصیبتوں سے وہ آشنا ہیں۔ باوجود اس کے ان کی شاعری ہمیں حوصلہ دیتی ہے اور آگے بڑھنے کی تلقین کرتی ہے۔ ان کے یہاں امید کی کرن ہے جو ہمیں ٹوٹنے اور بکھرنے نہیں دیتی۔

چھا رہی ہیں ہر طرف ظلمتیں تو غم نہیں
روح میں کھلی ہوئی چاندنی ہے یاروں

زمانہ آج نہیں ڈگمگا کے چلنے کا
سنبھل بھی جا کہ ابھی وقت ہے سنبھلنے کا

جاں نثار اخترؔ نے اپنی زوجہ صفیہ اختر پر جو نظمیں قلم بند کیں وہ ان کی کامیاب ترین نظموں میں شمار کی جاتی ہیں۔ ایسی نظموں میں ہمیں ان کے دل کی دھڑکن، ان کے مخلص جذبات و احساسات کی کارفرمائی بخوبی دکھائی دیتی ہے۔ ان نظموں میں شروع سے آخر تک اثر موجود ہے۔ جس میں اخلاص بھی ہے اور محبت کا عنصر بھی۔ الفاظوں کی جنبش بھی اور درد و کسک اور لطیف جذبات بھی۔ ان کا نرم و نازک انداز ان کے کلام میں دلکشی پیدا کرتا ہے۔ صفیہ اختر کے انتقال پر لکھنؤ جاتے ہوئے ان کی نظم 'خاکِ دل' ان کی انہی جذبات کی ترجمان ہے۔

IMPACT FACTOR
5.473(SJIF)

UPA NATIONAL E-JOURNAL
Interdisciplinary Peer-Reviewed IndexedJournal
Volume -8 : Issue-1 (February-2022)

ISSN
2455-4375

لکھنؤمیرے وطن، میرے چمن زار وطن

تیرے گہوارۂ آغوش میں اے جانِ بہار
اپنی دنیائے حسیں دفن کئے جاتاہوں
تونے جس دل کو دھڑکنے کی ادا بخشی تھی
آج وہ دل بھی یہیں دفن کئے جاتاہوں

دفن ہے دیکھ مرا عہد بہاراں تجھ میں
دفن ہے دیکھ مری روحِ گلستاں تجھ میں

اپنا ہر خوابِ جواں سونپ چلاہوں تجھ کو

اپنا سرمایہ جاں سونپ چلاہوں تجھ کو [٦]

جاں نثار اخترؔ اپنی بیوی صفیہ اختر سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ لیکن ملازمت کے سلسلے میں دونوں کافی عرصہ ایک دوسرے سے جدا رہے اور پھر زندگی دغا دے گئی۔ جنوری کی چاندنی رات میں صفیہ کے مزار پر اخترؔ کی لکھی نظم 'خاموش آواز' ان کے کرب وتڑپ کی آئینہ دار ہے۔ ہر لفظ میں سادگی ہے لیکن سوز وگداز کی بھرمار ہے۔

تم کو میرا غم ہے ساتھی
کیسے اب اس غم کو بھلائوں
اپنا کھویا جیون بولو
آج کہاں سے ڈھونڈ کے لائوں

یہ نہ سمجھنا میں نے تم سے
آج کیا ہے کوئی بہانہ
دنیا مجھ سے روٹھ چکی ہے
ساتھی! تم بھی روٹھ نہ جانا

بولو تم کو کیسے روکوں
دنیا سو الزام دھرے گی
ایسے پاگل پیار کو ساتھی

ساری خلقت نام دھرے گی ۷؎

جاں نثار اختر کی نظموں میں عشقیہ جذبات کی فراوانی ہے۔ لیکن اس عشق میں سادگی اور صداقت نمایاں ہیں۔ احساسات میں شدت اور اظہار بیان میں شائستگی نظر آتی ہے۔ نظموں کی طرح غزلوں میں سادگی اور اثر موجود ہے۔ کہیں کہیں انھوں نے متروک الفاظوں کو بھی خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے۔ روز مرہ اور عام بول چال کے الفاظوں اور ہندی الفاظوں کو بھی بحسن خوبی برتا ہے۔ ان کی شاعری بالخصوص نوجوان طبقے میں کافی مشہور و مقبول عام ہوئی۔ جس کی وجہ ان کا پر لطف اور آسان انداز بیان ہے۔ ان کی شاعری میں موجود لفظوں کی شیرینی ہمیں اپنی جانب متوجہ کرتی ہے۔

آہٹ سی کوئی آئے تو لگتا ہے کہ تم ہو
سایا کوئی لہرائے تو لگتا ہے کہ تم ہو

جب شاخ کوئی ہاتھ لگاتے ہی چمن میں
شرمائے لچک جائے تو لگتا ہے کہ تم ہو

صندل سے مہکتی ہوئی پر کیف ہوا کا
جھونکا کوئی ٹکرائے تو لگتا ہے کہ تم ہو

اوڑھے ہوئے تاروں کی چمکتی ہوئی چادر

ندی کوئی بل کھائے تو لگتا ہے کہ تم ہو ۸؎

ان کی غزلوں میں الفاظوں کے مناسب اور بر محل استعمال سے دلکشی اور دلفریبی پیدا ہوگئی ہے۔ انھوں نے اپنی غزلوں میں سوزوگداز، مخلص جذبات و احساسات کو بخوبی پیش کیا ہے۔ غزلوں اور نظموں کی طرح انھوں نے اپنا جوہر رباعیات اور قطعات کی شکل میں بھی پیش کیا۔ 'گھر آنگن' ان کی رباعیات اور قطعات کا مجموعہ ہے۔

'گھر آنگن' میں اختر نے نازک خیالی احساس جذبات و احساسات سے کام لیا ہے۔ اس نے اردو ادب میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا ہے۔ جاں نثار اختر نے اس میں شادی کے بعد کی زندگی کو بہت خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے۔ اس میں ہمیں عورت کا روایتی روپ دکھائی دیتا ہے۔ وہ روپ جو ہم روز مرہ کی عام زندگی میں اپنے اطراف، اپنے ارد گرد دیکھتے ہیں۔ اس میں حقیقت کی جاذبیت انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔

گاتی ہوئی ہاتھوں میں سنگر کی مشین
قطروں سے پسینے کے شرابور جبین
مصروف کسی کام میں دیکھوں جو تجھے

تو اور بھی مجھکو نظر آتی ہے حسین ۹

پانی کبھی دے رہی ہے پھلواری میں
کپڑے کبھی رکھ رہی ہے الماری میں
تو کتنی گھریلو سی نظر آتی ہے

لپٹی ہوئی، ہاتھ کی دھلی ساری میں ۱۰

ایک گھریلو ہندوستانی عورت کس طرح اپنا گھر بار سنبھالتی ہے، حساب کتاب رکھتی ہے، قلیل آمدنی میں بھی گھر کے اخراجات پورے کرنے کی کوششیں کرتی ہے اور ساتھ ہی اس قلیل آمدنی میں سے بھی کچھ نہ کچھ بچانے کی ہر ممکن کوشش کرتی ہے۔ اس کی آنکھوں میں کچھ خواب ہیں جن کے پورے ہونے کی اسے تمنا ہے۔ زندگی کے اسی روپ کو، اسی پہلو کو جاں نثار اخترؔ نے اس طرح جاذب انداز سے بیان کیا ہے کہ تصویر آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔ وہ اپنے اظہار خیال سے ہمیں اپنا گرویدہ کر لیتے ہیں۔

اب اس کو کفایت کھویا اسکا شعور
عورت کا تو یہ گن ہے سدا سے مشہور
ہر طرح کی تنگی بھی اٹھا لے گی مگر
چپ چاپ سے کچھ بچا کے رکھے گی ضرور

کب پورے ہوں جانے ترے ارماں ترے خواب
کب جانے کٹے یہ تنگدستی کا عذاب
کب آئے نہ جانے، وہ فراغت کی گھڑی

لکھنا نہ پڑے جب تجھے پیسوں کا حساب ۱۱

اس مجموعہ پر اظہار خیال کرتے ہوئے ڈاکٹر افتخار بیگم نے توجہ دلائی ہے:

"یہ آنگن محبت اور وفا کی خوشبو سے مہکا ہوا ہے۔ اس میں جو محبت پروان چڑھتی ہے وہ اردو شاعری کے لئے تقریباً نئی ہے۔ اس میں عورت کا وہ روپ سامنے آتا ہے جو آرائش اور تصنع سے بے نیاز اور پیار و وفا کا مجسمہ ہوتا ہے۔ جس کی سپردگی اس کا حسن اور جس کی سادگی اس کا زیور ہے"۔ ۱۲

جاں نثار اخترؔ کی شاعری میں معاشرے کی جھلکیاں اور زندگی کی حقیقت دکھائی دیتی ہے۔ ان کی یہ بڑی خوبی ہے کہ انھوں نے مختلف موضوعات پر قلم اٹھایا اور اسے حسنِ خوبی کے ساتھ برتا ہے۔ وہ خود ایک جذباتی انسان تھے اور اس کا اثر ان کے کلام میں بخوبی نظر آتا ہے۔ ان کا ہندی فلموں سے بھی گہرا تعلق رہا۔ انھوں نے کئی ہندی فلموں کے لیے گانے لکھے ہیں، جن میں حساسیت نظر آتی ہے۔ انھوں نے گیتوں کا ایک

نہایت خوبصورت خزانہ یار گار چھوڑا ہے جس میں فلم سی۔ آئی۔ ڈی۔ کا گیت 'آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ ہو گیا'، فلم نوری کا 'آجا رے' اور فلم رضیہ سلطان کا 'اے دل ناداں' کافی مشہور ہوئے۔ ان کی شاعری میں تخیل کا سمندر کار فرماں نظر آتا ہے۔ وہ اپنی سوچ، اپنے جذبات کو اپنے گیتوں کے ذریعے وسیع پیمانے پر بکھیرتے دکھائی دیتے ہیں۔

جاں نثار اختر کی شاعری میں ہمیں آسان لفظوں کا حسین امتزاج نظر آتا ہے۔ حالانکہ وہ دقیق و مشکل لفظوں سے بخوبی واقف تھے لیکن اپنے خیالات کے اظہار کے لئے انھوں نے صاف، شفاف، شستہ اور آسان انداز کو اختیار کیا۔ جس کے باعث عام قاری، عام انسان بھی ان کی شاعری کو بہ آسانی سمجھ پاتا ہے اور یہ ان کے کلام کی سب سے بڑی خوبی ہے۔ انھوں نے اردو شاعری کا جو سرمایہ یار گار چھوڑا ہے اسے ہم کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔ اپنے اسی ادبی سرمایہ کی بدولت انھوں نے ہمیشہ زندہ رہنے کا سامان کر لیا ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ کلیات جاں نثار اختر۔ الحمد پبلی کیشنز ۲۰۰۳ئ، صفحہ ۴۷
۲۔ جدید شاعری۔ پروفیسر ظہیر احمد صدیقی۔ ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ ۱۹۹۳ئ، صفحہ ۱۰۷
۳۔ کلیات جاں نثار اختر۔ الحمد پبلی کیشنز ۲۰۰۳ئ، صفحہ ۲۷۸
۴۔ ایضاً، صفحہ ۲۶۲
۵۔ ایضاً، صفحہ ۲۷۵
۶۔ کلیات جاں نثار اختر۔ الحمد پبلی کیشنز ۲۰۰۳ئ، صفحہ ۲۹۰
۷۔ ایضاً، صفحہ ۲۹۷
۸۔ ایضاً، صفحہ ۱۶۰
۹۔ گھر آنگن۔ جاں نثار اختر۔ مکتبہ شاہراہ، اردو بازار، دہلی ۱۹۷۱ئ، صفحہ ۲۶
۱۰۔ ایضاً، صفحہ ۳۶
۱۱۔ ایضاً، صفحہ ۳۸
۱۲۔ جدید شاعری۔ پروفیسر ظہیر احمد صدیقی۔ ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ ۱۹۹۳ئ، صفحہ ۱۱۳

Dr. Reshma Tazayeen

,Assistant Professor, Department of Urdu

L.A.D. & Smt. R.P. College for Women, Nagpur

8956061753

reshmaiahmed@gmail.com